ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

"مجموعہ کلام 'دستِ صبا' کی مزاحمتی شاعری کا سرمایہ داریت اور ریاستی جبر کے تناظر میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ"

("RESEARCH AND CRITICAL REVIEW OF THE RESISTANCE POETRY OF THE COLLECTION OF WORDS 'DAST-E-SABA' IN THE CONTEXT OF CAPITALISM AND STATE REPRESSION")

•عبدالرشاد
•افشاں جبین
•حمیرا

ABSTRACT

The research article highlights Faiz's revolution a poetry in "DASTE SABA" in the Socio Political scenario of the age. "Rawalpindi conspiracy case" that labeled Faiz as the most dangerous leftist figure in Pakistan and the anti-state agent or traitor. The research says how for the foreign agenda to support USA. During the cold war era the great Patriot Faiz was accused of the conspiracy and tortured by making imprisoned for more than four years. DASTE SABA addresses the tyranny of he oppressor and resist against all form of Brutal practices of the small ruling elite. The poetry and Faiz life proves him as a celebrated champion because of his strong voice in support of the proletariat. It has highlighted all sorts of resistance that is there in DASTE SABA in the perspective of the deep state politics.

Key Words: DASTE SABA, Proletariat, Revolution, Deep state Politics, Rawalpindi Conspiracy case, Irony

فیض احمد فیض(1911ءتا1984ء)شاعری کے ذریعے جمالیاتی اقدار کے تسلسل اور فروغ کے لیے بد صورتی کے ہر حوالے کی نفی کو اپنا نصب العین ٹھہرا گئے۔ ریاستی جبر، سرمایہ داریت اور ایک محدود طبقے کے مفاد کے لیے اکثریتی انسانی آبادی کو غلام بنانے کے خلاف آپ مزاحمت کو اظہار کے جمالیاتی پیکروں میں ڈھال کر ہمیں شعور کی ان جہتوں سے متعارف کرادیتے ہیں جو وسائل اور پیداواری رشتوں کے نظام سے متعلق ہے۔وسائل پر قبضے کی خاطر انسانی امن کو سُبوتاژ کرنااور ریاستی بیانیے کو کارپوریٹ میڈیا کے پروپیگنڈے کے ذریعے عوام کے سامنے مسخ شدہ حقائق کی صورت میں پیش کرنا ہمیشہ سے سرمایہ دارانہ نظام کے مؤثر ہتھیار رہے ہیں۔

موجودہ دور کی توانا آواز آرون دھتی رائے سرمایہ دارانہ نظام کے مرکزامریکہ کے عراق پر غاصبانہ تسلط کے پیچھے اصل باعث یعنی وسائل پر قبضے کا پورل تعریض(Irony)کے پیرائیے میں بیان کرتی ہوئی لکھتی ہیں:

"اگر صدام کے پاس ایسے ہتھیار تھے جن کا پوری دنیا میں غلغلہ اٹھایا گیا تھا تو جب اس کے ملک پر غاصبانہ یلغار کی جارہی تھی
تو اس نے ان ہتھیاروں کا استعمال کیوں نہیں کیا؟یقیناًان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور نہ ہوگا،زیادہ یقین پسند لوگوں

•ایسوسی ایٹ پروفیسر اُردو،ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ
•لیکچرار، شعبہ اردو، ملاکنڈ یونیورسٹی
•اسسٹنٹ پروفیسر اُردو،اسلامیہ کالج پشاور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

> کے لیے چند ٹیلی ویژن رپورٹس ہی کافی ہیں جن میں کچھ بیرل بین شدہ کیمیائی مواد دکھایا گیا ہے جو اس اپریشن کے دوران دریافت ہوا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اب تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ جو ٹین ڈبے دریافت ہوئے ہیں کیا انہیں واقعی خطرناک اور پابندی یافتہ ہے بھی یا نہیں؟ البتہ کچھ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق چھچہ بھر پوٹاشیم پرمگنیٹ (بارود) اور ایک باجہ بھی تلاش کے دوران ملا ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر میں چلتے چلتے یہ کہتی چلوں کہ ایک ظالم اور ماڈرون تہذیب نے دنیا کی قدیم ترین تہذیب کو تباہ و برباد کر دیا ہے"(1)

فیض کی عملی زندگی اور پوری شاعری مطالعہ کرنے پر واضح ہو جاتا ہے کہ مقدمہ راولپنڈی سازش بنیادی طور پر نو آبادیاتی نظام کی توسیع کی خاطر امن پسند جمہوری قوتوں کو کمزور بنانا اور پاکستان کو فلاحی ریاست بننے کی جگہ سیکورٹی ریاست میں ڈھالنے اور آئینی راستوں کی حوصلہ شکنی کے ذریعے امریکی مفاد کو روس کے مقابلے میں استحکام بخشنا مقصود تھا۔

امریکہ روس سرد جنگ کے دوران امریکہ کا حلیف بننا اور امریکہ کے بین الاقوامی ایجنڈے کی تکمیل اور ملکی سیاست کو وائسریگل (Viceregal) روایت کے طرز پر چلانے کے باعث ایک مضبوط سیاسی، معاشی اور فلاحی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

راولپنڈی سازش کیس کے ذریعے فیض اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو 9 مارچ 1951ء کو پابند سلاسل بنا کر چار سال اور ایک ماہ یعنی 20 اپریل 1955ء تک اسیر بنا دیے گئے اور اس سزا کے ذریعے جس بنیادی خوف وہراس کو عام کرانا نصب العین تھا اس کا حال ڈاکٹر صلاح الدین حیدر کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے:

> "ان شواہد کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقدمہ سازش کیس دراصل پاکستان میں ابھرتی ہوئی ترقی پسند اور محبت وطن قوتوں کے خلاف نفسیاتی جنگ کا آغاز تھا جس کے ذریعے دائمی طور پر ایسے حبس اور جبر کی فضا کو مہیا کرنا تھا جس کے نتیجے میں معاشرے کے باشعور لوگ اپنے وسائل اور تضادات میں الجھ کر پاکستان کے امریکہ کے ساتھ معاہدے اور اس نوعیت کے دیگر معاملات سے بے بس اور خوفزادہ ہو کر بے نیاز ہوتے چلے جائیں"۔(2)

راولپنڈی سازش کسی بنیادی طور پر روس کے خلاف امریکہ سرد جنگ میں فیض جیسے دانشوروں اور محبت وطن اذہان کو سزائیں دلاکر مستقبل کے لیے امریکہ مفاد اور گھناؤنے اقدامات کے لیے وہ راستہ ہموار کرنا تھا جس پر ہر طرح کی مزاحمت کو نشانہ عبرت ٹھہرایا جاسکتا ہو۔جب استعماری قوتوں کے مفاد کا حوالہ ہو وہاں حقائق کو مسخ کرکے پیش کرنا اور انسان دوست جمہوری قوتوں کو خاموش کرانے کے لیے ہر ممکن اقدامات کرانے کے لیے سرمایہ دارانہ نظام ہمیشہ سے بنیاد پرستوں، آمروں، تشدد کاروں اور موت بیچنے والوں کو الہ کار بناکر دنیا میں اپنے مفاد کو وسعت اور تسلسل سے ہمکنار کرکے چلے آئے ہیں۔

ہر واقعے کے پیچھے چھپے حقائق تک رسائی اور مختلف لبادوں میں پیش کی گئی سرمایہ دارانہ سوچ کا پردہ چاک کرنے کے لیے آرون دھتی رائے کا یہ بیان عراق عوام پر مسلط امریکہ جنگ کے حوالے سے کافی ہے:

> "لٹیروں اور بربادی پسندوں نے دفاتر اور دکانیں، ہوٹل اور ہسپتال کچھ بھی نہ چھوڑا۔ امریکہ اور برطانوی فوج بت بن کر یہ تماشا دیکھتی رہی کیوں کہ انہیں کسی بھی کاروائی کا آرڈر نہیں تھا انہیں گولی مارنے کا ضرور آرڈر تھا، لیکن نہیں تھا تو انسانوں کو تحفظ دینے کا آرڈر نہیں تھا۔ان کی ترجیحات واضح تھیں عراقی عوام کے تحفظ سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا اور جو کچھ تھوڑی بہت پبلک املاک بموں اور میزائیلوں کی دسترس سے باقی رہ گئی تھی ان کا تحفظ اتحادی فوج کی ذمہ داری نہیں تھی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

البتہ عراق کے تیل کے کنوؤں کا تحفظ ان کا اولین فرض تھا۔ بلکہ یہی تو ان کا فرض تھا اور یہ کنویں ہی تو تھے جن کا تحفظ یورش سے پہلے شروع ہوگیا تھا"۔(3)

فیض اور دوسرے امن پسند محبت وطن میجر جنرل اکبر خان، میجر جنرل نذیر احمد، ایئر کموڈور محمد خان جنجوعہ، بریگیڈیئر محمد صدیق خان، بریگیڈیئر لطیف خان، لیفٹیننٹ کرنل ضیاءالدین، لیفٹیننٹ کرنل نیاز محمد ارباب، میجر اسحاق، میر حسن خان، کیپٹن ظفراللہ پوشنی، کیپٹن خضر حیات، سید سجاد ظہیر، محمد حسین عطاء اور بیگم نسیم اکبر خان بنیادی طور پر فلاحی ریاست اور ملک کو مستقبل کے ہر خطرے سے دور رکھنے والے نظریاتی اذہان تھے جو استعماری تسلسل کو نوزائیدہ ریاست کے لئے ناسور خیال کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتوں کا حصہ بنادے گی۔

حکمران طبقے نے راولپنڈی سازش کیس کے زریعے ترقی پسند سوچ اور معاشی مساوات کے خواب کو پروپیگنڈہ کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ سلا دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہ واقعہ ایسے حربے کے طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا جس طرح بعض مقتدر حلقے اور نظام، جمہوریت، آزاد عدلیہ، آزاد پولیس اور پارلیمان کی بالادستی جیسے خوش کن نعروں کے ذریعے وسائل پر قبضے کے لئے جواز تلاش کرتے ہیں۔ "راولپنڈی سازش کیس" کو بنیاد بنا کر بعد میں مقتدر حلقوں نے ہر اُس آواز کو ریاست اور مذہب کے خلاف گردانا جو حقیقی حب الوطنی، انسان دوستی اور آگہی و شعور کو عام کرکے وسائل کی منصفانہ تقسیم سے متلق تھی۔

دست صبا کے کلام سے متعلق سجاد ظہیر کے اس بیان کا حوالہ ضروری بن جاتا ہے جس کے ذریعے انہوں نے آپ کی عظمت کو خراج پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ :

> "میرا دل کبھی خون کے آنسو روتا تھا کہ قید و بند کے مصائب اور صعوبتیں اس کا حصہ کیوں ہیں جو اپنی حسن کاری سے سب کی زندگی کو فیاضی سے مرفع کردیتا ہے اور نغمگی سے ہم سب کی رگوں میں سرور کی نہریں بہادیتا ہے تو کبھی میرا ذہن اس کے تخیل کی شاداں و فرحاں گل کاریوں سے کب شعور کرتا جہاں جدید علم کی ضیا پاشیاں انسانیت کی شریف ترین جذبات سے اس طرح گھل مل گئی ہیں جیسے شعاعِ مہر سے تمازت۔"(4)

کس طرح نو آبادیاتی نظام تسلسل پاتا ہے اور نو آزاد ممالک کے ریاستی ڈھانچوں کو سامراجی قالب کا حصہ بناتے ہیں؟

اس کے تناظر میں راولپنڈی سازش کیس کا جائزہ بتاتا ہے کہ لیاقت علی خان نے جس دورے سے امریکہ کے ساتھ تعلقات کی شروعات کی تھی آگے چل کر دفاعی معاہدوں نے پاکستان کو امریکہ کا "مشرقی اینکر" بنا دیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آئن ٹالبوٹ لکھتے ہیں:

> "اگر 48-1947 میں بھارت کے مفروضہ خطرے کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کیا جاتا تو امکانی طور پر پاکستان خود کو عسکری طور پر امریکہ کا اتحادی نہ بناتا کیونکہ یہ پاکستان کی نہیں امریکہ کی ضرورت تھی کہ اسے سرد جنگ کے تناظر میں مشرق وسطیٰ اور سویت یونین کے حوالے سے پالیسی سازی کے عمل کے لئے تعاون کی تلاش تھی۔ تاہم 1950ء کی دہائی میں پاکستان نے خود کو امریکہ کے ساتھ ایسے تعلقات میں باندھا جو آگے چل کر بہت زیادہ پیچیدگی کے حامل ثابت ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔ اور پاکستان کا امریکہ کا "مشرقی اینکر" ہونے کے کردار نے اس وقت رسمی صورت اختیار کرلی جب 1954ء میں ساوتھ ایسٹ ایشیاء ٹریٹی ارگنائزیشن (سنٹو) کا حصہ بن گیا۔ ان معاہدات کے ساتھ امریکہ کی مالی اور فوجی امداد وابستہ تھی جس نے ریاست کے دیگر اداروں کے مقابلے میں فوج کی طاقت میں بہت اضافہ کیا۔"(5)

فیض کا مجموعہ "دست صبا" جمالیاتی پیرائیہ اظہار کو اپنا کر ہر اس طاقت اور بربریت کی بیخ کنی چاہتے ہیں جو انسان کو اس کی آزادی سے محروم کرنے کے درپے ہے۔

مجموعے کا آغاز جس قطعہ سے کیا گیا ہے وہ ہر طاغوتی نظام سے بریت کا اعلان کرکے اولوالعزم بن کر نصب العین سے ہم آہنگی کو اپنی دوجہاں کی کمائی سمجھتے ہیں:

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

فیض اُردو فارسی شعری روایت کو ذات کا حصہ بنا کر مختلف تلمیحات اور علامات کے ذریعے اپنے ملک میں موجود گھٹن اور جس کی مختلف صورتوں کو مخاطب کر گئے ہیں۔روایتی شاعری میں عاشق، معشوق اور رقیب کے ساتھ ساتھ اختلاف کی دوسری صورتوں کو بیان کرتے ہوئے گوپی چند نارنگ نے فیض کے ہاں اس کی مندرجہ ذیل صورتیں دکھائی ہیں۔

1. عاشق (مجاہد انقلابی) معشوق (وطن، عوام) رقیب (سامراج، سرمایہ داری)
2. عشق (انقلابی ولولہ، جذبہ حریت) وصل (انقلاب، آزادی، حریت سماجی تبدیلی) ہجر، فراق (جبر یا استحصال کی حالت یا انقلاب سے دوری)۔
3. لاقد (مجاہد، انقلابی، باغی) شراب، میخانہ، پیالہ، ساقی (سماجی اور سیاسی بیداری کے ذرائع) محتسب، شیخ (سامراجی نظام، سرمایہ دارانہ ریاست، عوام دشمن حکومت)۔
4. جنون (سماجی انصاف، انقلاب کی خواہش، تڑپ) حسن، حق (سماجی انصاف، انقلاب، سماجی سچائی) عقل (مصلحت گوشی، متعصت اندیشی، جابر نظام، دفتر شاہی، عسکری نظام سے سمجھوتہ بازی
5. مجاہد (مجاہد آزادی، انقلابی) زندان، دار ورس (سیاسی قید، جان کی قربانی) حاکم (سامراج، سرمایہ دار، تاناشاہی، عکسری نظام)
6. بلبل، عندلیب (جذبہ قومیت، حریت سے سرشار شاعر، انقلابی) گل (سیاسی آدرش، نصب العین) گلچیں، قفس (سیاسی نصب العین کے حصول میں رکاوٹ یا رکاوٹ ڈالنے والے عوامل)۔(6)

فیض نظم "سیاسی لیڈر کے نام" کے ذریعے گاندھی جی کو مخاطب کر کے عوام کی اس استقامت کو جو انگریز سامراج کے خلاف رہی؛ صبح صادق کا نور سمجھتے ہیں اور گاندھی کا فاشسٹ جاپانی سامراج سے سمجھوتہ کرنے کو اس اُمید اور آزادی کو رات کی آہنی میت تلے دبنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ نظم "میرے ہمدم، میرے دوست" رومانوی فضا کے ذریعے محبوب کے درد کا مداوا تلاش کرنے کے تمام حوالوں کا تذکرہ کر کے اس پیغام پر ختم کرتا ہے کہ جدوجہد اور کوشش کا راستہ اپنائے بغیر کبھی بھی امن اور لیلائے وطن کی خوشحالی کو دوام نہیں مل سکتا۔

دست صبا کی نظم "صبح آزادی" میں نظام کو شب گزیدہ پکار کر دیدہ و دل کی اس آزادی کو خوابوں کا محور ٹھہراتے ہیں جہاں طبقہ اشرافیہ کے مفاد کو فروغ دینے کی بجائے مخلوق خدا کو مرکزیت ملے۔

نظم "لوح و قلم" میں لیلائے وطن کے لب و رخسار کے حسن کی خاطر فیض دلی کے لہو کی حرارت اور شوق کی صلابت کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

"شورش بربط و نے" ڈرامائی انداز میں "پہلی آواز" کے ذریعے اس حبس کے ماحول کو پیش کرتی ہے جس میں منہ اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر زندگی کے سارے حوالے اور آرٹ کی مختلف صورتوں کو پابند بنایا گیا ہے۔ "دوسری آواز" کے ذریعے فیض ہمیں امید کا پیغام دلا کر ایسے حوصلے اور عزم سے روشناس کرا جاتے ہیں جس کے سامنے لوح و قلم، طبل و علم اور مال و حشم کو محدود سرمایہ دار طبقے کے تسلط سے نکال کر مخلوق خدا کے لئے عام کر نا زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔

سر مقتل (قوالی) جیسی رزمیہ شاعری کے ذریعے فیض ہمیں موجود نظام کی ساعت گراں اور شب کی تاریکی کو صبح کے ستارے سے اور ایک روشن دن کے طلوع ہونے کے یہ اُمید حوالے سے ملا کر اپنا ہم نوا بنا لیتے ہیں۔

"دستِ صبا" کی غزلوں کا احاطہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صلاح الدین حیدر لکھتے ہیں:

> "دست صبا کی غزلوں میں استعارے اور علائم و رموز غزل کی روایت سے ہی منسلک ہیں لیکن سرخئ مے، تزئین در و بام حرم اور اشک سے لب و رخسار صنم پیدا کرنا فیض کا اپنا شاعری قرینہ ہے۔ غالب کی روایت سے گہرا استفادہ کر کے وہ اسلوب کا جادو جگاتے ہیں لیکن غالب کی نشاطیہ تصاویر میں ایک طاقت اور تمدن کی شمع بجھنے کے عمل کا حزن پایا جاتا ہے اور فیض کے شعری اسلوب کا شعلہ طوفان اور حوادث میں زیادہ ہی ابھر کر نمایاں ہوتا ہے۔ وہ سحر کی رشک کو بار بار انتظار کے لمحوں میں سنتا ہے اور جنوں اس کے شعری اسلوب میں ایک بامقصد فریضہ بن جاتا ہے۔"(7)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

فیض کی نظم "دو عشق" "کوئے یار سے سوئے دار تک کے سفر میں لیلائے وطن کی خاطر تمام مصلحتوں سے بے نیازی اور شیخ واہل حکم کے غیض وغضب کا نشانہ بننے کا تذکرہ کر کے دل کی گہرائیوں سے یہی آواز سنتے ہیں کہ اُن کا جذبہ عشق ہر صورت سرخروہی رہتا ہے:

چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوک دشنام
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرز ملامت
اس عشق، نہ اس عشق پہ نادم ہے مگر دل
ہر داغ ہے اس دل میں بجز داغ ندامت(8)

"ایرانی طلبہ کے نام" میں ہمیں فیض رجائی اور غنائی لب ولہجے میں اپنے اس عالمگیر انسان دوستی پر مبنی مسلک سے ایک کر جاتے ہیں جہاں پر قربانی اور تحریک آپ کی روح کی گہرائیوں سے خراج پاتا ہے۔

نظم "نثار میں تیری گلیوں کے "کا مطالعہ ہم پر اس کی افاقیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ نظم نظام میں موجود بھیڑیوں کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے اپنا اختتام اس رجائی لے پر کرتا ہے جہاں ایک روشن مستقبل دروازے پر دستک دینے کو بے چین نظر آتا ہے:

گر آج اوج پہ ہے طالع رقیب تو کیا
یہ چار دن کی جدائی تو کوئی بات نہیں
جو تجھ سے عہد وفا استوار رکھتے ہیں
علاج گردش لیل ونہار رکھتے ہیں(9)

نظم "شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں" استحصال پسند ارباب اقتدار کے بے انت دولت کے حصول اور وسائل پر مکمل اختیار کو بہترین وسیلہ اظہار کے ذریعے وہ ادراک وشعور دے جاتا ہے جہاں شیشوں کی طرح ٹوٹے دلوں کو کسی اور کے رحم وکرم پر رہنے کی بجائے آتش نمرود کو گلزار ابراہیم سے بدلنے کا عزم اور حوصلہ از حد ضروری بن جاتا ہے۔ ہر پربت اور ساگر جو خزائن سے مالامال ہیں انسانوں کے منتظر ہیں۔ چھین لی گئی عزت اور انسانی شرف جو ٹوٹے کانچ بن کر ڈستے ہیں اور زخموں کی صورت مسلسل تکلیف کے باعث ہیں کو گلزار ابراہیم کی صورت دینے کے لئے انسانوں کو خود میدان میں اترنا ہوگا بجائے کمزور سہاروں کی آس اور امید لگائے جو کبھی بھی مداوائے الم نہیں بن سکتے۔

نظم "زندان کی ایک شام" کمال پیکر تراشی (Imagery) کے حوالے سے شاہکار نظم ہے۔ فیض کا رجائی لہجہ اور امید کی تجسیمی صورتیں ہر غاصب اور استحصالی وقت کو ہراساں کرنے کے حوالے سے استعاراتی پیکروں میں سامنے آتی ہیں۔

نظم کے آخری بند کو پڑھ کر ثابت ہو جاتا ہے کہ تاریکی کے ہر حوالے کو ختم کرنے کے حوالے سے ہر انقلابی کا عزم کوہِ گراں بن کر جان تک کی قربانی دینے کے باعث ظلم کے سارے حوالوں کو مات دے جاتے ہیں:

دل سے پیہم خیال کہتا ہے
اتنی شیریں ہے زندگی اس پل
ظلم کا زہر گھولنے والے
کامراں ہو سکیں گے آج نہ کل
جلوہ گاہ وصال کی شمعیں
وہ بجھا بھی چکے اگر تو کیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

چاند کو گل کریں تو ہم جانیں[10]

نظم "زنداں کی ایک صبح" زندگی کے جدلیاتی حوالوں کو رات، سحر، سطحِ ظلمت اور چاندی کے بھنور جیسے استعارات کے ذریعے جیل کی فضا کے اندر بے بس چہروں اور سنگ و فولاد میں ڈھلے جنات کی یادیوں کی مانند انسانی زندگی کو سلب کرنے والوں کو ڈرامائی انداز میں پیش کر کے نظم کا اختتام رجائی لے کے ساتھ ختم کر جاتے ہیں۔

رات باقی تھی ابھی جب سر بالیں آکر
چاند نے مجھ سے کہا "جاگ سحر آئی ہے"
میرے بے کار شب و روز کی نازک پریاں
اپنے شہپور کی رہ دیکھ رہی ہیں یہ اسیر
جس کے ترکش میں ہیں امید کے جلتے ہوئے تیر[10]

فیض کا یہ مجموعہ کمال تخلیقی لمس کے باعث جمالیاتی رنگ میں حسیات کو بیدار کر کے ہمارے فکر و شعور کو ممینہ بنا کر ہمیں جدوجہد اور انقلاب سے ملا دیتا ہے۔ "دست صبا" کی نظمیں اور غزلیں اس سوچ کے خلاف مزاحمت کے بھرپور حوالے ہیں جو بورژوا طبقے کے مفاد کی خاطر اکثریتی انسانی آبادی کو غلام بنانے پر مصر رہے۔

یہ تحقیقی مطالعہ ان حقائق کو پیش کرتا ہے جہاں فیض ایک عالمگیر انسانی معاشرے کے خواہاں بن کر انسان کی تسخیر کی بجائے فطرت کی تسخیر کو انسانی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنے کو شرف انسانیت ٹھہراتے ہیں۔

"لینن ادبی انعام" اور بین الاقوامی سطح پر پزیرائی پانے والے فیض "غدار وطن" ٹھہرانے کے بجائے لیلائے وطن کا جھومر بن کر پوری زندگی حریت، مساوات، تعمیر، روشنی اور امن کے پیغام کو مثل بارہ صبا مشک کی طرح عام کرتے رہے۔

یہ مطالعہ حکمران طبقے کے ان عزائم کا پردہ چاک کرتا ہے جن کے ذریعے "ففتھ کالمسٹ" بن کر انہوں نے ملکی مفاد کی جگہ بین الاقوامی سرمایہ دارانہ نظام کے استحکام کی خاطر پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بننے کی بجائے دوسروں کے جنگوں کا ایندھن بننے دیا اور انسانوں سے جینے کا حق بھی چھین لیا۔

حوالہ جات

1. آرون دھتی رائے (مترجم امجد نذیر)، "سرمایہ داریت، ریاستی جبر اور مزاحمت" سوجھلا برائے سماجی تبدیلی ملتان، ستمبر 2012، ص 247
2. صلاح الدین حیدر، ڈاکٹر، "جنہیں جرم عشق پہ ناز تھا": فیض احمد فیض: شخصیت و فن سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2011، ص 67
3. آرون دھتی رائے (مترجم امجد نذیر)، "سرمایہ داریت، ریاستی جبر اور مزاحمت" سوجھلا برائے سماجی تبدیلی ملتان، ستمبر 2012، ص 151، 150
4. فیض احمد فیض، زنداں نامہ، (سر آغاز) سید سجاد ظہیر، مکتبہ کاروان، کچہری روڈ لاہور، ص 10، 9
5. آئن ٹالبوٹ (مترجم: محمد عاطف علیم) "پاکستان ایک نئی تاریخ"، ص 116
6. گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ادبیات سہ ماہی (شمارہ 82، جنوری تا مارچ 2009) اکادمی ادبیات اسلام آباد، ص 52، 53
7. صلاح الدین حیدر، ڈاکٹر، "جنہیں جرم عشق پہ ناز تھا": فیض احمد فیض: شخصیت و فن، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2012، ص 225
8. فیض احمد فیض، "دست صبا"، لاہور سن اشاعت 1952ء، ص 63
9. فیض احمد فیض، "دست صبا"، لاہور سن اشاعت 1952ء، ص 108
10. فیض احمد فیض، "دست صبا"، لاہور سن اشاعت 1952ء، ص 112